Al-Aẕvā الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 36, Issue, 55, 2021
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan

تقویۃ الایمان۔ایک ہنگامہ خیز کلامی تصنیف

Taqwiyyah-tul-Īmān (Strengthening of the Faith) A controversial Book on Scholastic Philosophy

امجد علی شاکر*

Abstract:

Mawlānā Muḥammad Ismā'īl Shāhīd was a scholar, writer, orator and a soldier of Islam. He was martyred at Balakot in 1831. He was the continuity of Tajdīd movement of Mujaddid Alif Thānī. He fought against the customs which were not authorized by the practice of Haḍrat Muḥammad peace be upon him.
Shāh Ismā'īl wrote a book on Tawḥid wa Sunnah in Persian language which was named "Radd ul-Ishrāk". He wrote the first chapter with more details in Urdu and named this book "Taqwiyyah-tul-Īmān". He preached the Tawḥid (Monotheism) and rejected the Shirk (Polytheism). This book was written in or before 1817 A.D. Some of the Ulama of Dehli opposed the book for some reasons. Shāh was blamed for using the improper language. A paragraph of that book was declared unacceptable according to the Islamic faiths and creeds. He justified his views and tried to prove his point of view. Shāh Ismā'īl, although, was writing on faith, but it is his achievement that he also depicted the social and socio religious life of the people of India. Moreover, he wrote his book in such an idiom and language which is living style of prose up to date. It is concluded that his book is an example of modern prose.

Keywords: Mawlānā Muḥammad Ismā'īl Shāhīd; Taqwiyyah-tul-Īmān; scholastic philosophi; polytheism in names & attributes

تقویۃ الایمان شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ہی کتاب "رد الاشراک" کے بابِ اوّل کا تشریحی ترجمہ ہے، مگر وہ صرف جزو اوّل یعنی پہلے باپ کا ترجمہ ہی کر سکے، دوسرے باب کا ترجمہ ان کے ایک عقیدت مند محمد سلطان خان کے مقدر میں تھا جنھوں نے تذکیر الاخوان کے نام سے دوسرے باب کا ترجمہ کیا۔ اس کتاب کی تسوید کے وقت مصنف کا ارادہ تھا کہ وہ دونوں ابواب کا تشریحی ترجمہ پیش کریں۔

* ریٹائرڈ پرنسپل، گورنمنٹ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، لاہور، پاکستان

مصنف چاہتے ہیں کہ توحید وسنت کی تائید اور شرک وبدعت کی تردید میں ایک رسالہ مرتب کریں تاکہ مسلمانوں کو بہت نفع ہو۔ وہ ان دونوں موضوعات کو تقویۃ الایمان میں زیر بحث لانا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سلیس ہندی میں یہ سب باتیں بیان کی جائیں تاکہ عوام الناس کو بہت فائدہ ہو اور خواص بھی اس سے فائدہ حاصل کریں۔ وہ لکھتے ہیں:

> "کئی آیتیں اور حدیثیں کہ جن میں بیان توحید کا اور اتباعِ سنت کا ہے اور برائی شرک وبدعت کی اس رسالے میں جمع کی اور ان آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ، اس کے حاصل معنی کا بیان زبان ہندی سلیس میں کر دیا تا عوام الناس اور خواص اس سے فائدہ برابر لیویں۔ جس کو اللہ توفیق دے، وہ سیدھی راہ پر ہو جاوے اور بتانے والے کو وسیلہ نجات کا ہووے آمین الٰہ العالمین۔ اور اس رسالہ کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور اس میں دو باب ٹھہرائے۔ پہلے باب میں بیان توحید کا اور برائی شرک کی اور دوسرے باب میں اتباع سنت کا اور برائی بدعت کی۔"[1]

اس اقتباس سے دو باتیں واضح ہو رہی ہیں کہ اس وقت اردو زبان کے لیے ہندی کا لفظ بھی معروف اور مروج تھا۔ دوسرے مصنف اس کتاب کو دو ابواب پر محیط کرنا چاہتے تھے۔ باب اوّل توحید کے بیان میں اور باب دوم سنت کے بیان میں اور ان دو ابواب پر مشتمل کتاب کا نام رکھا تھا تقویۃ الایمان۔

مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ نے یہ نام حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے مستعار لیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی کتاب کا انداز ومزاج اور مقصود ومطلوب وہی ہے جو شیخ کے ہاں موجود تھا۔ مولانا نور الحسن راشدؒ لکھتے ہیں:

> میرا خیال ہے کہ اس کتاب کا نام تقویۃ الایمان شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی اسلامی عقائد پر مشہور کتاب تکمیل الایمان و تقویتہ الایمان سے مستفاد ہے۔ شاہ محمد اسماعیل کے زمانے میں تکمیل الایمان معروف ومتعارف کتابوں میں شمار ہوتی تھی۔۔۔۔ علمائے خاندان ولی اللّٰہی اور اہل پھلت بھی اس کے استناد کے قائل اور اس کے درس ومطالعے کے شائق تھے۔[2]

دوسری وجہ یہ ہے کہ شیخ کی کتاب کا انداز تذکیر اور تبلیغ کا ہے، مولانا شاہ اسماعیل شہید کے ہاں بھی تذکیر و تبلیغ کا انداز ملتا ہے۔ شیخ نے کہیں بھی فنی اور کلامی مباحث نہیں چھیڑے۔ شاہ اسماعیل کے ہاں بھی کلامی مباحث نہیں ملتے۔ شیخ کے ہاں بھی مختلف اہل علم کے اقوال، خصوصاً باطل گروہوں کے اقوال اور ان پر ایراد نہیں ملتا، شاہ اسماعیل شہید کے ہاں بھی یہ بات نظر نہیں آتی۔

تقویۃ الایمان میں قرآنی آیات اور احادیث سے استناد کیا گیا ہے اور کتبِ عقائد و کلام سے کسی طرح بھی تعرض نہیں کیا گیا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اس کتاب میں عقائد و کلام کی کتب کا حوالہ نہیں ملتا، مگر اس کتاب کی تصنیف کے بعد اس کتاب کے تین چار اقتباسات، خصوصاً ایک خاص اقتباس علم کلام کا موضوع بن گیا۔ اس اقتباس سے امتناع و امکان نظیر خاتم النبیین کی بحث کا دروازہ کھلا۔ اس بحث کو مشیت اور تقدیر کے حوالے سے نمٹایا جا سکتا تھا، مگر یہ عبارت فرقہ وارانہ معرکہ آرائیوں کا ہدف بن گئی۔ نتیجۃً بیسیوں کتابوں کی تصنیف کے باوجود اب تک اس موضوع پر بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری ہے۔

تقویۃ الایمان کی تمہید کو دیکھتے ہوئے یہ احساس ہوتا ہے کہ مصنف اپنے مجوزہ دو ابواب تالیف نہ کر سکے اور باب اوّل ہی لکھ پائے، اس رسالے کے سالِ تصنیف سے متعلق مولانا محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں:

> شاہ اسماعیل نے تقریباً 1817ء میں ایک مختصر ہنگامہ آرا رسالہ تقویۃ الایمان کے نام سے تحریر کیا تو اس کی اشاعت سے ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔[3]

مولانا خوشتر نورانی لکھتے ہیں:

> 1232ھ/1817ء میں شاہ اسماعیل نے سید صاحب کی سرپرستی میں تقویۃ الایمان لکھی۔[4]

ایک دوسری رائے یہ ہے:

> اسے مولانا نے سفر لکھنؤ کے بعد اور سفر حج سے پہلے لکھ کر شائع کیا تھا۔ سفر لکھنؤ کے متعلق قیاساً کہا جا سکتا ہے کہ وسط 1820ء/1235ھ میں واقع ہوا تھا۔ سفر حج پر روانگی کی تاریخ سیرت (سید احمد شہید) کے مطابق یکم شوال 1230ھ (2 جولائی 1821ء) ہے، لہٰذا کتاب کو ان تاریخوں کے درمیانی مدت میں معرض وجود میں آنا چاہیے۔[5]

ایک اور رائے یہ بھی ہے:

> (شاہ اسماعیل) ایسے سامانوں سے سیر و سیاحت کرتے پھرتے تھے کہ کہ تیسرا فساد برپا ہوا یعنی کتاب التوحید نجدیہ کی مراد آباد میں کہ وہاں سے پہلے کسی قدر اس مذہب کی گفتگو ہاتھ لگی۔ اس مذہب کو پسند کیا اور تقویۃ الایمان تصنیف کی، گویا اسی کتاب التوحید کی شرح ہے۔[6]

مولانا شاہ اسماعیل شہید 1819ء میں مراد آباد گئے تھے جیسا کہ یہ سیرتِ سید احمد شہید میں تصریح موجود ہے۔ گویا یہ کتاب 1819ء میں کسی وقت لکھی گئی، مگر اس قیاس کے لیے کوئی دلیل پیش کی گئی ہے، نہ شہادت، لہٰذا اسے قبول کرنا مشکل ہے۔ ایک اور قیاس مولانا غلام رسول مہر کا ہے:

یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ تقویۃالایمان کس زمانے میں لکھی گئی۔ اس میں ایک مقام پر کعبہ مقدسہ کے صحن کا منظر پیش کیا گیا ہے جس سے دل پر اثر پڑتا ہے کہ یہ منظر چشم دید ہے، لہٰذا سمجھا جا سکتا ہے کہ کتاب سفر حج سے واپس آکر لکھی گئی۔۔۔۔اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب سفر حج سے مراجعت پر1240ءکے اوائل میں لکھی گئی۔[7]

پروفیسر ایوب قادری نے اس قیاس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

امیر الروایات کی دو حکایتوں میں بھی واضح طور سے بیان کیا گیا ہے کہ تقویۃالایمان کی تالیف سفر سے پہلے ہوئی ہے اور یہ بات اس لیے بھی صحیح معلوم ہوتی ہے کہ مولوی خرم علی بلہوری کی کتاب نصیحۃ المسلمین 1238ء (1822-23ء) کی تالیف ہے اور تقویۃ الایمان بلاشبہ اس سے قبل کی تالیف ہے۔[8]

تقویۃالایمان کا جہاں امیر الروایات کی دو روایات سے اور مولانا خرم علی بلہوری کی کتاب نصیحۃ المسلمین سے مقدم ہونے کی بنا پر1819 سے قبل تالیف ہونا ثابت ہوتا ہے، وہیں اس کے قدیم قلمی نسخوں سے اس کی تالیف 1233ھ سے قبل ثابت ہوتی ہے۔ مولانا نور الحسن راشد اس کے ایک قلمی نسخے کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تقویۃ الایمان کا سب سے پرانا قلمی نسخہ، جس کا مجھے علم ہے، رمضان المبارک 1233ھ/ جولائی 1818ء کا لکھا ہوا ہے۔ چھوٹے سائز کے دبیز مٹیالے کاغذ پر رواں، مگر صاف ستھرے قلم سے لکھا ہوا۔ یہ اہم نسخہ راقم نے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے ذخیرہ مخطوطات (میں) دیکھا ہے۔ آخر میں کتابت رمضان المبارک1225 فصلی تحریر ہے جو رمضان المبارک1233ھ کے مطابق ہے۔"[9]

اس اقتباس میں مذکورہ قلمی نسخے سے یہ بات بہرحال مبرہن ہوتی ہے کہ یہ کتاب رمضان المبارک 1233ھ بمطابق جولائی1818ء سے پہلے کی تصنیف ہے۔ اس نسخے نے مولانا مہر کے قیاس، امتیاز علی خاں عرشی کے اندازے، مولانا فضل رسول قادری کی روایت تینوں کی تردید کر دی ہے۔

مولانا شاہ اسماعیل شہید نے تقویۃالایمان میں توحید کو قرآن کے سادہ اور واضح اسلوب میں پیش کیا ہے اور کہیں بھی فلسفیانہ یا کلامی اسلوب نہیں اپنایا۔ اس میں ذات و صفات کے وہ ابحاث نہیں ملتے جو متکلمین کے ہاں عام زیر بحث آتے ہیں۔ وہ نہ تو ذات اور صفات کا تعلق زیر بحث لائے اور نہ ہی انھوں نے تصوف کے تنزلات کی بحث اٹھائی۔ انھوں نے توحید کے ان پہلوؤں پر بحث کی ہے جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی عبادت و عبودیت سے ہے۔ اس

میں توحید کی دعوت وہ سادہ اور دعوتی انداز لیے ہوئے ہے جو قرآن نے اپنایا ہے اور دعوت الی اللہ کو اپنی تبلیغ کا مرکزی نکتہ قرار دیا ہے۔ مصنف نے عموماً قرآن سے اور احادیث سے استدلال کیا ہے اور بعض مقامات پر ایسی عبارات ملتی ہیں جو قرآن کے متون سے مستفاد ہیں۔ مثلاً وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

جب شرک سے آدمی پورا پاک ہوا کہ کسی کو اللہ کے سوا مالک نہ سمجھے اور اس کے سوا کہیں بھاگنے کی جگہ نہ جانے اور یہ اس کے دل میں خوب ثابت ہو جائے کہ اس کے تقصیروار کو اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں اور اس کے مقابل کسی زورآور کا زور نہیں چل سکتا اور اس کے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی اور کوئی کسی کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا۔[10]

اس اقتباس میں قرآنی آیات کا مفہوم موجود ہے۔ مثلاً: اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں، سورہ رحمٰن کی آیت کا مفہوم پیش کر رہا ہے اور اسی طرح بہت سے جملے قرآنی آیات کے ترجمے یا مفہوم کو پیش کر رہے ہیں۔

مولانا شاہ محمد اسماعیل نے قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے تراجم خود کیے ہیں۔ انھوں نے حضرت شاہ عبدالقادر یا حضرت شاہ رفیع الدین کے اردو تراجم سے حوالہ دینے کے بجائے خود ہی محولہ آیات کا ترجمہ کیا ہے۔ مثلاً وہ ایک مقام پر سورۃ جن کی آیات بطور استناد کے پیش کرتے ہیں۔ وہ ان کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

بے شک سجدہ اللہ ہی کو ہے۔ سو نہ پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو اور یہ کہ جب کھڑا ہوتا ہے بندہ اللہ کا کہ پکارے اس کو تو لوگ قریب ہیں کہ ہو جاویں اس کو ٹھٹھا۔[11]

اس آیت کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر نے یوں کیا ہے:

اور یہ کہ سجدے کے ہاتھ پاؤں حق اللہ کا ہے سو مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ اس کو پکارتا، لوگ ہونے لگے ہیں اس پر ٹھٹھ۔[12]

اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے اکثر مترجمین نے مساجد کا ترجمہ کرنے کے بجائے مساجد لکھ دیا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر نے مسجد سے جائے سجدہ مراد لینے کے بجائے اعضائے سجدہ مراد لیا ہے اور شاہ اسماعیل نے صرف سجدہ (یعنی مفہوم) لکھ دیا ہے۔ ان کے ہاں محولہ آیات کے تراجم کو دیکھیں تو احساس ہوتا ہے کہ ترجمے میں لفظی ترجمہ پیش کرنے کی بجائے آیات کا مفہوم رواں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ حج کی ایک آیت کا ترجمہ دیکھیں:

خبر کر دے لوگوں میں حج کی کہ پہلے آویں پیادے اور دبلے دبلے اونٹوں پر کہ چلے آتے ہیں دور کے راستے سے کہ آ پہنچیں اپنے فائدے کی جگہوں میں اور یاد کریں اللہ کے نام کی معین دنوں میں اس

چیز پر کہ دیا ہے اس نے ان کو مواشی اور چوپایوں میں سے۔ سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ بدحال محتاج کو۔ پھر چاہیے کہ تمام کریں میل کچیل اپنا اور پوری کریں منتیں اپنی اور طواف کرے اس قدیم گھر کا۔[13]

تقویۃ الایمان میں آیات کا ترجمہ بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی تفسیر بعنوان فائدہ بھی کی گئی ہے۔ ان تفسیری مقامات پر آیات کی ایسی وضاحت موجود ہے کہ کوئی بات مبہم نہیں رہی۔ مثلاً سورہ حج کی محولہ بالا آیات کے فوائد میں وہ یوں بیان کرتے ہیں:

"اللہ صاحب نے اپنی تعظیم کے لیے بعضے بعضے مکان ٹھہرائے ہیں جیسے کعبہ اور عرفات اور مزدلفہ اور منیٰ اور صفا مروا اور مقام ابراہیم اور ساری مسجد حرام، بلکہ سارا مکہ مدینہ، بلکہ سارے حرم اور لوگوں کے دلوں میں وہاں کے جانے کا شوق ڈال دیا ہے کہ ہر طرح سے خواہ سوار خواہ پیادہ ہو، دور دور سے قصد کرتے ہیں اور رنج تکلیف سفر کی اٹھا کر میلے کچیلے ہوکے وہاں پہنچتے ہیں اور اس کے نام پر وہاں جانور ذبح کرتے ہیں اور اپنی منتیں ادا کرتے ہیں اور اور پھر میل کچیل دور کرکے نہا دھو کر کپڑے لتے پہن کر اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اس کا طواف کرتے ہیں اور اپنے مالک کی تعظیم جو دل میں بھر رہی ہے، وہاں جا کر خوب نکالتے ہیں۔ کوئی چوکھٹ کو چومتا ہے۔ کوئی دروازے پر دعا کر رہا ہے۔ کوئی غلاف پکڑے ہوئے ملتجی بن رہا ہے۔ کوئی اس کے پاس اعتکاف کی نیّت کرکے رات دن اللہ کی یاد میں مشغول ہے۔ کوئی ادب سے کھڑا ہوا اُس کے دیکھنے میں مصروف ہے۔ غرض، اس قسم کے کام اللہ کی تعظیم کے کرتے ہیں۔"[14]

اس اقتباس میں اعلیٰ درجے کی منظر نگاری ہے جو مصنف نے چشم تصور سے دیکھ کر بیان کی ہے۔ اس اقتباس کو دیکھ کر مولانا مہر نے قیاس کیا تھا کہ یہ کتاب مولانا نے سفر حج سے واپسی پر رقم کی تھی، مگر ان تمام باتوں کا تصور کرنا بعید از قیاس نہیں کہ یہ سب مناسک حج میں شامل ہیں۔ مصنف کا کمال یہ ہے کہ وہ اصطلاحی الفاظ لکھنے کے بجائے ان کا مفہوم ٹھیٹ اردو میں پیش کر رہے ہیں۔ مثلاً وہ مستلزم کی بجائے کعبہ کی چوکھٹ کا ذکر کر رہے ہیں۔ دراصل ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمام مراسم جو درِ کعبہ پر ادا کیے جاتے ہیں یا منزل حج پر ادا کیے جائیں، کسی مزار، کسی زندہ یا مردہ پیر کی چوکھٹ پر ادا نہ کیے جائیں۔ ایسا کرنا شرک کے زمرے میں آئے گا۔ مولانا اسماعیل دہلوی نے پہلی فصل میں توحید کی خوبیاں اور خوبصورتیاں بیان کی ہیں اور شرک کی برائی واضح کی ہے، دوسری فصل میں شرک فی العلم تیسری میں شرک فی التصرف، چوتھی میں شرک فی العبادت اور پانچویں میں شرکت فی العادت کی نفی کی ہے۔

یہ آخری فصل اس حوالے سے بہت اہم ہے کہ اس میں ہندوستان کی ثقافتی زندگی کی بہت اچھی تصویر پیش کی گئی ہے۔ انھوں نے اس میں وہ تمام رسوم و رواج بیان کیے ہیں جن میں شرک یا شائبۂ شرک پایا جاتا ہے، لیکن تیسری فصل اس لحاظ سے بہت اہم ہو گئی ہے کہ اس کے بعض جملوں کے رد عمل میں وہ بحث پیدا ہوئی جسے امکان نظیر خاتم النبیین اور امتناع نظیر خاتم النبیین کا نام دیا گیا۔ مصنف نے لکھا تھا:

"اس شہنشاہ عالی جاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی، ولی اور جن و فرشتے، جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے اور ایک دم میں سارے عالم عرش سے فرش تک الٹ پلٹ کر دے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے۔"[15]

اس عبارت پر رد عمل بہت شدید ہوا۔ اس سے امکان نظیر خاتم النبیین کا نتیجہ اخذ کیا گیا۔ اس کے خلاف مولانا فضل حق خیر آبادی نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الغویٰ کتاب لکھی جس پر بہت سے دوسرے علماء کے دستخط بھی تھے۔ حضرت شاہ رفیع الدین کے صاحبزادے مولوی مخصوص اللہ "معید الایمان" اور مولوی محمد موسیٰ نے "ابطال الحیل" کے نام سے اس کی تردید میں کتابیں لکھیں۔ یہ سلسلہ تقریر اعتراض بر تقویۃ الایمان کے نام سے جنوری فروری 1826ء میں مولانا فضل حق خیر آبادی کی تحریر سے شروع ہوا اور ہمارے عہد تک جاری ہے۔ اس کتاب سے ایک نیا کلامی مسئلہ پیدا ہوا جسے امکان اور امتناع نظیر خاتم النبیین کا عنوان ملا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی امتناع نظیر خاتم النبیین کے مسئلہ پر امتناع بالذات کے قائل تھے اور مولانا شاہ اسماعیل امتناع بالغیر کے قائل تھے۔ یہ بحث آگے چل کر فرقہ وارانہ رنگ اختیار کر گئی۔

مولانا شاہ اسماعیل نے تقویۃ الایمان میں دو تین دیگر مقامات پر ایسے جملے استعمال کیے تھے جنھیں مقام رسالت کے ادب و احترام کے خلاف سمجھا گیا۔ اس کتاب میں بعض مقامات ایسے ہیں جن میں آنحضور صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت اور مدح و تحسین بیان کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ معجزات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سب انبیاء اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور لوگوں نے انھیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے۔ انھیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انھیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی۔"[16]

اس کتاب کے بارے میں مولوی مخصوص اللہ سے حضرت شاہ زید ابوالحسن تک بہت سے لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ کتاب التوحید کی شرح ہے یا اس سے مستفاد ہے، مگر یہ دعویٰ اس لیے تسلیم کرنا مشکل ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل توسل فی الدعا کے قائل ہیں جبکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اس کے قائل نہیں ہیں۔ حضرت شاہ اسماعیل توسل فی الدعا کی تائید یوں کرتے ہیں:

"لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے کہ اس میں یوں پڑھتے ہیں یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً لِلّٰہ یعنی اے شیخ عبدالقادر کچھ دو تم اللہ کے واسطے۔ یہ لفظ نہ کہا جائے، ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے دو شیخ عبدالقادر جیلانی کے واسطے تو بجا ہے۔"[17]

اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ شاہ اسماعیل کے معتقدین اور متبعین میں توسل فی الدعا کا عام رواج ہے۔ راقم کے ذخیرہ میں تقویۃ الایمان کا ایک ایسا نسخہ موجود ہے جو حافظ حمید اللہ صاحب فنانشل سکریٹری اہل حدیث کانفرنس دہلی کے حسب فرمائش چھپا۔ اس کے آخر میں حضرت شاہ رفیع الدین کے رسالہ راہ نجات کے ایک جزو کو عبدالرحیم آرندی نے نظم کیا ہے۔ اس نظم کا آخری شعر ہے:

الٰہی بحقِ رسولِ ﷺ کریم گناہوں سے ہو پاک عبدالرحیم[18]

شاہ اسماعیل شہید کی اس کتاب میں ہندوستان کی ثقافتی زندگی کی بہت سی تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ اس حوالہ سے یہ کتاب صرف عقائد و علم کلام کی کتاب نہیں رہتی سماجی زندگی کی تاریخ اور تصویر بن جاتی ہے۔ مولانا ایک مقام پر لکھتے ہیں:

> "سو اپنے خیال میں عورتوں کا تصور باندھتے ہیں۔ پھر کوئی حضرت بی بی نام ٹھہرالیتا ہے۔ کوئی بی بی آسیہ، کوئی بی بی اتاؤلی، کوئی لال پری، کوئی سیاہ پری، کوئی سیتلا اور مانی اور کالی اور بھوانی غرض کہ ایسے ہی خیالات باندھتے ہیں۔ اور وہاں حقیقت میں نہ کوئی عورت ہے، نہ کوئی مرد۔ یہ محض اپنا خیال ہے ہے اور شیطان کا وسوسہ۔"[19]

یہ منظر نامہ اس عہد کے ہندوستان کا تھا اور یہ تصویر اس وقت کے مسلم معاشرے کی تھی۔ اس کی جھلک آج بھی کہیں نہ کہیں دیکھی جاسکتی ہے۔ ایسے ہی ایک اور منظر دیکھیے:

"پھر جب وہ اولاد بخشتا ہے تو اوروں کو ماننے لگتے ہیں اور ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں۔ کوئی کسی قبر پر لے جاتا ہے۔ کوئی کسی کی بدھی پہناتا ہے۔ کوئی کسی کی بیڑی ڈالتا ہے۔ کوئی کسی کا فقیر بناتا ہے۔ کوئی نبی بخش نام رکھتا ہے، کوئی امام بخش، کوئی پیر بخش، کوئی عبدالنبی، کوئی بندہ علی، کوئی مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی

بھوانی بخش، کوئی گنگا بخش۔ سو اللہ کو تو ان کے نذر و نیاز کی پروا نہیں، وہ تو بہت بڑا ہے، مگر یہ آپ ہی مردود ہو جاتے ہیں۔"[20]

مولانا شاہ اسماعیل دہلوی شرک کی برائی اور خرابی بیان کرتے ہوئے ہر طرح واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فلاں فلاں رسوم شرکیہ رسوم ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ تعالی ہر قسم کی عبادت کے لائق ہے اور معبود حقیقی ہونے کے علاوہ متصرف فی الخلق بھی وہی ہے، مگر لوگ اللہ تعالی کے احسانات پر اس کا شکر ادا کرنے کے بجائے خود مخلوق کے آگے سرافگندہ ہوتے اور انھی کو متصرف اور موثر تسلیم کرتے ہیں۔ایک اور مثال دیکھیں:

"جو لوگ کہتے ہیں کہ عشرہ محرم میں پان نہ کھائے۔ لال کپڑا نہ پہنے۔ حضرت بی بی کی صحنک مرد نہ کھاویں اور جب ان کی نیاز کیجیے تو دہی خشکے پر کیجیے اور جس عورت نے دوسرا خاوند کیا ہو، وہ نہ کھاوے۔ اور جو نیچ قوم میں ہو یا بدکار وہ بھی نہ کھاوے اور شاہ عبدالحق کا توشہ حلوہ بھی ہوتا ہے اور اس کو اس احتیاط سے بنائے اور حقہ پینے والے کو نہ دیجیے۔ اور شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی چڑھتا ہے اور بو علی قلندر کی نیاز اور اصحاب کہف کی گوشت و روٹی۔ موت کے بعد نہ آپ شادی کیجیے نہ کسی کی شادی میں بیٹھیے اور نہ اچار ڈالیے اور فلانے لوگ لال کپڑا نہ پہنیں اور لال سوسی نہ پہنیں۔ سو یہ سب جھوٹے ہیں اور شرک میں گرفتار ہیں۔" [21]

اس اقتباس میں مصنف نے بہت سی مثالوں سے واضح کیا ہے کہ لوگوں نے اپنی خوشی سے مختلف رسوم بنا لی ہیں۔ یہ رسوم تمام ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھیں۔ مصنف کا مقصد توحید کا اثبات اور شرک کی نفی ہے۔ وہ بہت سی رسوم کا حوالہ دے رہے ہیں جن میں ان کے نقطۂ نظر سے شرک کا شبہ یا شائبہ پایا جاتا ہے۔ان رسوم کی تفصیل دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مصنف سماجی اور ثقافتی زندگی کے بارے میں کس قدر آگاہ تھے اور کس قدر روانی اور بے تکلفی سے ان کی تفصیل بیان کرتے جا رہے ہیں۔

تقویۃ الایمان کا موضوع اگرچہ اسلام کے مسلمہ عقیدے یعنی توحید کی تائید و تصدیق اور شرک کی نفی اور تردید کرنا ہے، مگر اس میں تین مقامات ایسے آئے ہیں جن پر بعض علما نے اعتراض وارد کیے۔ ان بزرگوں میں مولانا فضل حق خیر آبادی نمایاں تھے۔ انھوں نے تقویۃ الایمان کے ایک اقتباس سے مسئلہ امکان نظیر اخذ کرتے ہوئے اس کا تفصیلی رد کیا۔ یہ بحث مدتوں چلتی رہی۔ تقویۃ الایمان کے دیگر مضامین پر بھی اختلاف و اتفاق کا ہنگامہ ہوا۔ اس کتاب میں بہت سی رسوم کا رد کیا گیا تھا جو اس دور میں دہلی اور ہندوستان میں مروج تھیں۔ اس سلسلے میں بحث جامع مسجد دہلی تک جا پہنچی جہاں مولوی عبد الحئی بڈھانوی وعظ کہتے تھے۔ اس بحث مباحثے کے بارے میں ڈاکٹر خوشتر نورانی لکھتے ہیں:

"29 ربیع الثانی 1240ھ/20 دسمبر 1824ء کو دہلی کی جامع مسجد میں ایک تاریخی مناظرہ ہوا جس میں بقول مولانا ابوالکلام آزاد ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحئ تھے اور دوسری طرف علمائے دہلی "مناظرے سے پہلے فارسی میں 14 سوالات پر مشتمل ایک استفتا مرتب کیا گیا۔ مولانا رشیدالدین خاں نے جن کے جوابات لکھے اور اس پر خصوصیت کے ساتھ مولانا مخصوص اللہ ابن شاہ رفیع الدین، شاہ محمد موسیٰ ابن شاہ رفیع الدین دہلوی، علامہ فضل حق وغیرہ نے تائیدی دستخط کیے۔ ان علماء نے مولوی عبدالحئ اور شاہ اسماعیل کو مذکورہ استفتا کے جوابات پر دستخط کرنے کو کہا، مگر دونوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد مذکورہ علماء دہلی سے ان کا مناظرہ شروع ہوا۔" [22]

ڈاکٹر خوشتر نورانی جانتے ہیں کہ اس طرح کے بحث و مباحثے کو مناظرہ کہنا کسی طرح بھی روا نہیں۔ مناظرہ کا ایک طریق کار ہے۔ اس میں سوالاتِ مناظرہ طے ہوتے ہیں، شرائطِ مناظرہ طے ہوتے ہیں اور دونوں طرف سے مناظر طے کیے جاتے ہیں۔ پھر مناظرے میں ثالث طے کیے جاتے ہیں، یہاں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کے برعکس صورتِ حال بقول ڈاکٹر خوشتر نورانی یہ رہی:

"شاہ اسماعیل نے کسی بھی سوال کا جواب دینے یا اپنے موقف کی وضاحت کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ "میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔" اور برہم ہو کر چلے گئے۔ مولوی عبدالحئ نے اٹھنا چاہا مگر اٹھ نہ سکے۔ آخر کار انھیں کئی باتوں کو تسلیم کرنا پڑا اور لکھ کر بھی دینا پڑا۔" [23]

اس مجلس کو سب سے پہلے مناظرہ کا نام دینے کا اعزاز مولانا فضل رسول کے سر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"مرزا غلام حیدر۔۔۔۔۔۔۔ مولوی عبدالحئ وغیرہ کو مجمع علما میں واسطے مناظرے کے لائے مجمع بے شمار خاص و عام کا ہو گیا۔ مولوی اسماعیل نے پہلے ہی استفسار سے ارادہ کیا اٹھ جانے کا، مولوی رحمت اللہ صاحب نے کہا ذرا تشریف رکھیے کہ جناب کے بھی دستخط اس تحریر پر ضروری ہیں۔ مولوی اسماعیل نے کہا؛ میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔ میرے واسطے محتسب لا، اے مردود! میرے ساتھ سختی کرتا ہے۔ انھوں نے کہا حضرت میں سختی نہیں کرتا، عرض کرتا ہوں۔ پھر مولوی اسماعیل نے کہا کہ میرے رسالے کا جواب لکھ۔" [24]

آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی میں بھی اسے مناظرہ کہا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس واقعے کی تفصیل اپنے باپ کی زبان سے سنی تھی جو شاہ اسماعیل کے مخالفین میں تھے اور ان کے خیالات کی

تردید میں لکھا کرتے تھے اور اپنے رویوں میں خاصے متشدد تھے۔ دوسرے کتاب کے مصنف مولانا ابوالکلام آزاد نہیں، عبدالرزاق ملیح آبادی ہیں۔ اس بحث و مباحثے کی روداد مولانا عبدالحئ نے فارسی میں لکھی ہے جس کا ترجمہ مولانا مفتی نسیم احمد فریدی کی کتاب میں شامل ہے۔ اس واقعے کی ایک دوسری قلمی روداد مولانا برہان الدین نے مرتب کی تھی جو ابھی تک قلمی حالت میں ہے اور مولانا نور الحسن راشد کے کتب خانے میں موجود ہے۔ مولانا عبدالحئ کی پیش کردہ روداد میں اس بحث مباحثے کی تفصیل مولانا فضل رسول بدایونی کی پیش کردہ تفصیل سے مختلف ہے۔ اس مباحثے کا نتیجہ مولانا شاہ اسماعیل کے حق میں نکلا۔ جیسا کہ مولانا زید ابوالحسن' مولانا شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس مجلس مذاکرہ (منعقدہ جامع مسجد دہلی) تک سب ہمارے طور پر تھے۔ پھر ان کا جھوٹ سن کر کچے پکے آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے۔"[25]

اس مجلس مذاکرہ کی ایک روداد رسالہ چہار دہ مسائل کی صورت میں شائع ہوئی۔ اس میں سوالات کو دیکھا جائے تو زیادہ تر کا تعلق فقہ و اصول فقہ سے ہے، عقائد و کلام سے نہیں۔ ان کے اکثر سوالات صرف بدعت سے متعلق ہیں۔ صرف ایک سوال ایسا ہے جس کا تعلق شرک سے ہے:

"آں کہ بوسہ دادن قبور شرک و کفر است یانہ"[26]

اس کا جواب رسالہ چہار دہ مسائل میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"آں کہ بوسہ دادن قبور شرک و کفر نیست"[27]

جبکہ مولانا عبدالحئ نے واضع کیا ہے کہ انھوں نے یہ جواب دیا تھا:

" اس اشراک کا مشرک نہیں ہے جس سے حبط اعمال لازم آتا ہے۔"[28]

ان سوالات کو دیکھتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ یہ سوالات تقویۃ الایمان پر کم ہوئے تھے اور شاہ اسماعیل شہید کی حنفیت پر زیادہ تھے۔ خصوصاً یہ سوال بہت اہم ہے:

"قیاس حجت شرعی است یانہ۔"[29]

اس کا جواب مولانا عبدالحئ نے یہ دیا تھا: "میں قیاس کو مانتا ہوں اور قیاس میں مسلک حنفی کا مقلد ہوں۔"[30]

اس طرح کے سوالات سے ان کو مرتب کرنے والے بزرگ مولانا رشید الدین خان کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ شاہ اسماعیل ابھی تک حنفی ہیں یا حنفی نہیں رہے۔ اس مباحثہ کے بعد ان پر فقہی حوالے سے اعتراضات تو

نہیں کیے گئے،اور عقائد کے حوالے سے اعتراضات کیے گئے۔ان معترضین نے اپنی تحریروں میں ان سے متعلق یہ طے کر لیا کہ وہ عدم تقلید کے قائل ہیں۔ان سے متعلق مولانا فضل رسول بدایوانی نے لکھا:

"مولوی اسماعیل کی فکر میں جدت اور طبیعت میں مذہب سے بے قیدی کی رغبت پہلے سے تھی۔۔۔۔۔ تین چشمے فساد کے دین میں اُن (شاہ اسماعیل) کی ذات سے جاری ہوئے۔ایک فتنۂ ظاہر یہ کا کہ قیاس و تقلید حرام اور ائمہ مجتہدین و فقہائے مقلدین فاسق، بلکہ کافر۔یہ مفسدہ تھوڑا سا شاہ جہاں آباد اور پورا نواح عظیم آباد وغیرہ پورب کے شہروں میں پھیلا۔"[31]

مولانا فضل رسول قادری کو شاہ اسماعیل کے مذہب کلامی اور اعتقادات سے زیادہ ان کے مذہب فقہی پر اعتراض معلوم ہوتا ہے۔ محولہ بالا اقتباس میں وہ تقویۃ الایمان کے مصنف پر مذہب فقہ میں ترک تقلید کا مرتکب ٹھہرا کر معتوب و مطعون کرتے ہیں اور اس کے بعد حضرت امام ابو حنیفہ کی عظمت اور ان کی تقلید کی اہمیت پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ان کی نظر میں شاہ اسماعیل نے تقویۃالایمان میں شرک وبدعت کی نفی نہیں کی، فقہ و تقلید کی مذمت کی ہے۔یہی رویہ حضرت شیخ زید ابوالحسن علیہ الرحمہ کا ہے۔وہ فرماتے ہیں:

"انھوں نے تقویۃالایمان لکھی۔اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔کوئی غیر مقلد، کوئی وہابی بنا، کوئی اہل حدیث کہلایا، کسی نے اپنے آپ کو سلفی کہا۔ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا، وہ ختم ہوا، معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے۔"[32]

مباحثۂ دہلی (1233ء/1824ء) سے حضرت شیخ زید ابوالحسن کی تالیف مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان (1404ء/1984ء) تک ایک سو ساٹھ سال تک یہ بحث ہو رہی ہے کہ مولانا اسماعیل کا مذہب فقہی کیا ہے۔آیا وہ اجماع کو مانتے ہیں یا نہیں۔کیا وہ قیاس کو حجتِ شرعی مانتے ہیں یا نہیں۔مباحثۂ دہلی میں جو سوال پیش کیے گئے،ان کے جوابات کو شاہ اسماعیل دہلوی سے منسوب کر کے چہاردہ مسائل کے عنوان سے ایک رسالہ مرتب کیا گیا ہے جو شیخ زید ابوالحسن نے اپنی کتاب کے آخر میں مع ترجمہ شامل کر دیا ہے۔یہ واضح رہے کہ یہ جوابات شاہ اسماعیل نے نہیں دیے تھے، بلکہ مولانا عبدالحئی نے دیے تھے۔اس میں درج جوابات اور مولانا عبدالحئی کے جوابات میں چند ایک مقامات کے سوا خاصی مطابقت ملتی ہے۔ان جوابات کو سامنے رکھا جائے تو یہ واضح ہے کہ ان جوابات کا قائل حنفی ہےاور تقلید کا قائل ہے۔جو حضرات ان جوابات کو شاہ اسماعیل سے منسوب کرتے ہیں، انھیں ان جوابات کے بعد مطمئن ہو جانا چاہیے تھا، مگر ایسا نہ ہو سکا۔

مولانا فضل حق خیر آبادی نے مولانا اسماعیل شہید کے مذہب فقہ کا ذکر کرنے کی بجائے ان کی بعض عبارات پر اعتراضات کیے اور کلامی مسائل و مباحث کو اپنی تحریروں کا حصہ بنایا۔ ان کے ہاں تقویۃالایمان سے دو باتیں اخذ ہوتی ہیں کہ اُن کے خیال میں ایک تو مصنف تقویۃ الایمان امکان نظیر خاتم النبیین کے قائل ہیں، دوسرے امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل نظر آتے ہیں۔ مولانا شاہ اسماعیل نے اپنے موقف کی وضاحت کی، مگر یہ بحث ایک عرصہ چلتی رہی، یہاں تک کہ خیر آبادی سلسلے کے دانشور اور عالم حکیم محمود احمد برکاتی فرماتے ہیں:

"شاہ ولی اللہ عملاً حنفی تھے۔ رفع یدین کے قائل ہونے کے باوجود بھی مخالفتِ عوام اور فتنۂ عوام شہر کے پیش نظر رفع یدین نہیں کرتے تھے، مگر شاہ اسماعیل نے علی الاعلان مخالفتِ احناف ترکِ تقلید اور عمل بالحدیث نہ صرف خود شروع کیا، بلکہ اس کی مہم چلائی۔۔۔ ان کی تقریروں کا زیادہ وقت رد بدعات و محدثات اور مختلف فیہ مسائل و جزئیات میں صرف ہوتا تھا جس کے نتیجے میں اس تحریک کو دہلی میں ناسازگار حالات کا سامنا کرنا پڑا اور مسلمان دعوت جہاد کو دعوت عدم تقلید سمجھنے لگے۔"[33]

مختصراً یہ کہ توحید و سنت کی دعوت کو دعوت عدم تقلید سمجھ کر رد کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس تحریک کی یہ تعبیر یقیناً عوام کے جذبات کے پیش نظر کی گئی۔

شاہ اسماعیل شہید کے ہاں دہلی کے شرفاء کی سادہ زبان ملتی ہے اور اندازِ بیان ہر جگہ واضح اور سلیس ہے۔ ان کے ہاں بول چال کی زبان کو سند سمجھا گیا ہے، اسی لیے ان کے ہاں جمع الجمع کا استعمال بھی ملتا ہے، جیسے شیاطینوں اور بیگماتوں کا استعمال۔ بعض الفاظ بولتے ہوئے اہل زبان ان کی تخفیف روا رکھتے ہیں جیسے کتی، کتے، اِتے وغیرہ یا اُنّے (ان نے) جنّے (جن نے) وغیرہ۔

حضرت شاہ صاحب گرامر کی بجائے عوام کی بول چال کو سند خیال کرتے ہیں، اس لیے وہ ہندوستانی الفاظ کے مرکبات میں وائے عطفی کا استعمال روا رکھتے ہیں۔ جیسے: برائی و بھلائی، مرنا و جینا، غمی و خوشی، کھیت و باغ، چین و آرام، پادری و پنڈت، غلام و لونڈی وغیرہ۔ اسی طرح وہ عربی الفاظ کی ہندوستانی انداز میں جمع بنا لیتے ہیں، بعض جگہ جمع کو بطور واحد کے استعمال کرنا روا رکھتے ہیں جیسے شرع کی جمع شرائع کے بجائے شرعیں استعمال کرنا اور بعض مقامات پر مشائخ کو بطور واحد استعمال کرنا۔ حضرت شاہ اسماعیل نے اپنے عمِّ بزرگوار حضرت شاہ عبدالقادر کی طرح ہندی الفاظ کا بے تکلف استعمال کیا ہے۔ ایسے ہی انھوں نے ہندو مذاہب کے دیوی دیوتاؤں جیسے سیتلا، بھوانی، کالی، کالکا، ہنومان، اتاولی اور براہی کا بے تکلفی سے تذکرہ کیا ہے۔

تقویۃالایمان کی عبارت سادہ اور انداز بیان اس قدر سلیس ہے کہ کوئی بھی عام علمی سطح کا شخص اسے بے تکلفی سے سمجھ سکتا ہے۔ اس کی سادگی اور سلاست کی اردو کے اہل علم نے ہمیشہ تحسین کی ہے۔ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

"(تقویۃ الایمان) اگرچہ اس زمانے میں لکھی گئی تھی، جب اردو نثر بالکل ابتدائی دور میں تھی، لیکن شاہ صاحب کی عبارت ایسی سادہ، سلیس، شگفتہ اور دلکش ہے کہ چند محسوس الفاظ و محاورات کو چھوڑ کر آج بھی ایسی دلکش کتاب لکھنا سہل نہیں۔ یقیناً اردو زبان نشو و ارتقا کے مزید مدارج طے کرنے کے بعد بھی تقویۃالایمان کو بلحاظ اسلوب اپنا ایک گراں بہا سرمایہ تصور کرے گی۔"[34]

شاہ اسماعیل نے تقویۃ الایمان میں یہ التزام رکھا ہے کہ مشکل الفاظ نہ آنے پائیں اور بے تکلفی اور سادہ بیانی میں اظہارِ مطالب کیا جائے۔ ان کی سادگی بے تکلفی کا نتیجہ ہے کہ ان کے بیان کا حسن اسی سادگی اور برجستگی میں ہے۔ انھوں نے کہیں بھی حسنِ بیان کے لیے سہارے تلاش نہیں کیے، اس کے باوجود ان کے ہاں بعض جملے ایسے موجود ہیں جن میں ادبی حسن موجود ہے۔ یہ حسنِ بیان ساختہ پرداختہ نہیں، بے تکلفی سے پیدا ہوا ہے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال تھا جب وہ کچھ فرماتا ہے تو یہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب اور دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیقات اس سے نہیں کر سکتے، بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے اور جب اس بات کی آپس میں تحقیقات کر لیتے ہیں سوائے آمنا و صدقنا کے کچھ نہیں کر سکتے۔ پھر بات الٹنے کا تو کیا ذکر ہے اور کسی کی وکالت اور حمایت کرنے کی کیا طاقت۔ اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے کہ اکثر لوگ انبیا و اولیا کی شفاعت پر بہت بھول رہے ہیں اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں۔"[35]

اس اقتباس میں آمنا صدقنا کا خوبصورت استعمال عبارت کو حسنِ بیان عطا کر رہا ہے۔ بات الٹنے کا محاورہ اپنی جگہ حسن پیدا کر رہا ہے۔ اس میں سوالیہ جملوں سے زورِ بیان پیدا کیا گیا ہے۔ مصنف سمجھتے ہیں بیانیہ جملوں کے مقابلے میں انشائیہ جملے زیادہ موثر اور موقر ہوتے ہیں۔ آخری جملے دیکھیے "بھول" کا لفظ دو بار استعمال ہوا ہے، دونوں مقامات پر اس کے معنی میں اختلاف موجود ہے۔ ایک ہی لفظ ذرا سے مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے اور صنعت تجنیس کا لطف پیدا کر رہا ہے۔ ایک اور مثال دیکھیے:

"ایسی شان کس کی ہے کہ ہر چیز اس کے قابو میں ہے، جو چاہے کر ڈالے، کوئی نہ پکڑ سکے۔ اور اس کی حمایت میں کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے اور اس کے تقصیروار کو کہیں پناہ نہ مل سکے اور اس کے مقابل میں کسی کی حمایت نہ چل سکے۔ سو ہر کوئی یہی جواب دے گا کہ ایسی شان اللہ کی ہے، پس سمجھنا چاہیے کہ اور کسی سے مرادیں مانگنی محض خبط ہیں۔"[36]

اس اقتباس کا ہر جملہ یہ گواہی دے رہا ہے کہ آج کی جدید نثر اس سے کچھ مختلف نہیں۔ اس میں مصنف کا انشائی جملوں پر اصرار، ان کا مخصوص انداز بیان ہے جو انھوں نے قرآن مجید کے اسلوب سے اخذ کیا ہے۔ اس اقتباس میں کوئی لفظ ایسا نہیں جسے متروک کہہ سکیں اور کوئی لفظ یا محاورہ ایسا نہیں جسے غیر معیاری یا غیر ثقہ کہہ سکیں۔

تقویۃ الایمان کے مصنف دہلی کے اشراف سے تعلق رکھتے تھے وہ غیر ثقہ یا غیر معیاری لفظ یا محاورہ استعمال کرنے سے ہمیشہ گریزاں نظر آتے ہیں۔ ہاں ان کے ہاں ایسی زبان ملتی ہے جو عوام کے لیے قابل فہم ہو۔ اس اقتباس میں تقصیروار فارسی انداز کی ترکیب ہے۔ ان کے ہاں فارسی تراکیب کی کثرت تو نہیں ہے، مگر یہ کہیں کہیں نظر آتی ہیں اور مفہوم کو واضح تر کرتی ہیں۔ اس کتاب میں بعض قرآنی تراکیب کے ترجمے ملتے ہیں، مگر یہ ترجمے لفظی ترجمے نہیں ہیں، بلکہ ان تراکیب کے مفاہیم دیے گئے ہیں، جیسے وما اہل کا ترجمہ جو مشہور ہوا دیا گیا ہے۔ اسی طرح فانّی تسحرون کا ترجمہ پھر کہاں خبطی ہو جاتے ہیں۔ فانی ظرف ہے، اس کا ترجمہ کہاں ایسا ہے جو ظرف مکاں اور ظرف زماں دونوں کا مفہوم دے رہا ہے۔ تسحرون کا ترجمہ مسحور ہونا کرنے کے بجائے خبطی ہونا کیا گیا ہے۔ گویا قرآنی تراکیب کا سادہ اور سلیس مفہوم پیش کیا گیا ہے۔

مولانا شاہ اسماعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان علم کلام کی وہ کتاب ہے جس میں نہ کلامی یا فلسفیانہ استدلال ملتا ہے، نہ کلامی اور فلسفیانہ اصطلاحات ملتی ہیں، مگر اس کتاب سے علمِ کلام کے مسائل شروع ہوئے اور مدتوں بحث و نظر کا موضوع بنے رہے، بلکہ اب تک موضوع بنے ہوئے ہیں۔ اس کتاب نے اردو زبان میں تصنیف و تالیف کی وہ تحریک پیدا کی کہ مدتوں جاری رہی۔ اس کتاب کی پیدا کردہ تحقیق کے نتیجے میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ وہابی ادب کے جتنے اصلاحی رسالے لکھے گئے ہیں، بڑی حد تک ان کی بنیاد تقویۃ الایمان ہی ہے اور یہ رسالے اور کتابیں تقویۃ الایمان ہی کی شرح اور تفصیل ہیں۔ علماء کے ایک گروہ نے تقویۃ الایمان کے بعض خیالات اور اندازِ بیان سے اختلاف کیا اور ان کا کھل کر رد کیا۔ یہ تردیدی

رسائل بھی بڑی حد تک اردو زبان میں لکھے گئے ہیں۔ اس طرح اردو لٹریچر اور ادب میں بہت اضافہ ہوا۔" [37]

شاہ اسماعیل شہید کی تقویۃ الایمان کے زیر اثر بیسیوں کتابیں لکھی گئیں۔ ان کتابوں میں توحید و سنت کی تبلیغ و اشاعت کی گئی اور شرک و بدعت کی نفی کی گئی۔ ان کتب کو مجموعی طور پر وہابی ادب کا نام دیا گیا۔ اس ادب کی عمومی خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے خواجہ احمد فاروقی لکھتے ہیں:

"وہابی مصنفین اور اہل قلم نے اردو نثر کے پر تکلف اسلوب کو بالکل بدل دیا۔ اس کی مثال انگلستان کی پیورٹین تحریک سے دی جاسکتی ہے جس نے قدیم رسم و رواج، کلیسیائی پوشاک، گرجا کی منقش کھڑکیاں سب کو یک لخت ترک کر دیا تھا۔ اور اسی کے ساتھ پر تکلف نثری اسلوب کو بھی خیر باد کہہ دیا تھا۔ چنانچہ وہابی نثر نہایت صاف، سادہ اور زیورِ تکلف سے معرا ہے۔" [38]

ان کتب میں تقویۃ الایمان کو خصوصی اہمیت اور حیثیت حاصل ہے۔ اس کی خصوصی طور پر اشاعت کی گئی اور بہت سے جدید ذرائع اختیار کیے گئے۔ وہابی لٹریچر کی ایک خصوصی بات یہ تھی کہ اس لٹریچر میں اردو اور ہندی میں فاصلے کم کیے گئے اور اس حد تک کم کیے گئے کہ ان مصنفین نے اپنی زبان کے لیے ہندی کا لفظ استعمال کیا۔ اس سلسلے میں خواجہ احمد فاروقی کی تحقیق ہے:

> "تقویۃ الایمان بیسیوں مرتبہ شائع ہوئی ہے اور یہ شرف اردو کی کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوا۔ عامۃ الناس تک اپنا پیام پہنچانے کے لیے، ان لکھنے والوں نے نہ صرف اردو رسم الخط سے کام لیا، بلکہ آزادی سے ناگری کا بھی استعمال کیا اور یہ ایک مثال ہے جو ہماری موجودہ زندگی میں بھی اہمیت سے خالی نہیں۔ اس کا اظہار بھی ضروری ہے کہ وہابی مصنفین نے ہر جگہ بلا استثنا اپنی اردو کو ہندی کا نام دیا ہے۔" [39]

وہابی تحریک کی سادہ نثر کے مقابلے میں مسیحی مشنریز کی کتب کو دیکھیں تو یہ عجیب بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہابی تحریک اردو اور ہندی کی علیحدگی کو کمزور کرتی اور ختم کرتی نظر آتی ہے، مگر مسیحی مصنفین اسلام کے خلاف لکھی گئی اپنی کتب یا اسلام پر لکھی گئی اپنی کتب میں فارسی عربی تراکیب کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور اردو، ہندی کے مابین تفریق کو واضح کرتے محسوس ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں پادری فنڈر کی میزان الحق کا اردو ترجمہ، پادری عماد الدین کی کتب خصوصاً اس کا ترجمہ قرآن مجید اور پادری صفدر علی کی نیاز نامہ بہت اہم ہیں۔ یہ تقابلی جائزہ اردو زبان و ادب کی تاریخ کے محققین پر قرض ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1- محمد اسماعیل دہلوی، مولانا: تقویۃ الایمان، مکتبہ احمدی کلکتہ 1242ھ، صفحہ: 6،7

Muḥammad Ismā'īl Dehlwī, Mawlānā, Taqwiyyah tul-Īmān, Maktabah Ahmadī, Calcutta, 1242H, pg:6,7

2- نور الحسن راشد، تقویۃ الایمان اور شاہ اسماعیل شہید کے خلاف برپا شورش؛ تاریخ و حقیقت کے آئینے میں، یادگارِ اکابر 7، کراچی 2000ء، صفحہ: 324

Nūr al-Ḥassan Rāshid, Taqwiyyah tul-Īmān awr Shāh Ismā'īl Shahīd kay Khilāf Barpā Shorish: Tārīkh o Haqiqat k Ā'inay main, Yadgār-e-Akābir 7, Karachi 2000 pg no: 324

3۔ محمود احمد برکاتی، مولانا، حکیم، حیات شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ، شاہ ابوالخیر اکادمی دہلی 1992، ص: 63

Mahmood Ahmed Barkati, Mawlana, Hakeem, Hayat e Shah Muhammad Ishaq Dehlvi, Shah Abu Alkhair Academy, Dehli 1992, pg:63

4۔ خوشتر نورانی، ڈاکٹر، تحریک جہاد اور برٹش گورنمنٹ، دار النعمان، کراچی جولائی 2014ء، صفحہ: 19

Khawshtar Noränī, Dr, Taḥrik Jihād awr British Govt., Dar al-Nu'mān Karachi, July 2014, pg no. 19

5 - امتیاز علی خاں عرشی، بحوالہ تقویۃ الایمان اور شاہ اسماعیل شہید کے خلاف برپا شورش؛ تاریخ و حقیقت کے آئینے میں، یادگارِ اکابر 7، کراچی 2000ء، صفحہ: 326

Imtiāz Ali Khān 'Arshī, Ba Ḥawālā Taqwiyyah tul-Īmān awr Shāh Ismā'īl Shahīd kay Khilāf Barpā Shorish: Tārīkh o Haqiqat k Ā'inay main, Yadgār-e-Akābir 7, Karachi 2000, pg no. 326

6 - فضل رسول قادری بدایونی، مولانا شاہ، سیف الجبار، لاہور ورلڈ ویو پبلی کیشنز، 2018ء، صفحہ: 97

Faḍl Rasūl Qādrī Badāyūnī, Mawlānā Shāh, Sayf al-Jabbār, Lahore World view publications, 2018AD, pg no: 97

7 - غلام رسول مہر، مقدمہ تقویۃ الایمان، مکتبہ سلفیہ لاہور 1960ء، صفحہ: 19

Ghulām Rasūl Mehr, Muqaddimah Taqwiyyah tul-Īmān, Maktabah al-Salafiyyah Lahore, 1960AD, pg no: 19

8- محمد ایوب قادری، ڈاکٹر، اردو نثر کے ارتقاء میں علما کا حصہ، طبع دوم 2010، صفحہ: 125

Muḥammad Ayūb Qādrī, Dr, Urdu Nathar kay Irteqā' main 'Ulemā' ka Ḥissa,

Tab e Daum 2010AD, pg no: 125

9- تقویۃ الایمان اور شاہ اسماعیل شہید کے خلاف برپا شورش؛ تاریخ و حقیقت کے آئینے میں، یادگارِ اکابر 7، کراچی 2000ء، صفحہ: 342،343

Taqwiyyah al-Īmān awr Shāh Ismā'īl Shahīd kay Khilāf Barpā Shorish: Tārīkh o Haqiqat k Ā'inay main, Yadgār-e-Akābir 7, Karachi 2000, pg no: 342,343

10- تقویۃ الایمان، صفحہ: 37

Taqwiyyah tul-Īmān, pg no: 37

11- ایضاً، صفحہ: 76،77

Ibid, pg no: 76, 77

12- شاہ عبدالقادر، مستند موضح القرآن، ایچ سعید اینڈ کمپنی کراچی، صفحہ: 740

Shāh Abd al-Qādir, Mustanad Mawaḍḍih al-Qur'ān H and Saeed Company Karachi, pg no:740

13- تقویۃ الایمان، صفحہ: 78

Taqwiyyah al-Īmān, , pg no: 78

14- ایضاً، صفحہ: 79

Ibid, pg no: 79

15- ایضاً، صفحہ: 6

Ibid, pg no: 6

16- ایضاً، صفحہ: 46

Ibid, pg no: 46

17- ایضاً، صفحہ: 114,115

Ibid, pg no: 114,115

18- عبدالرحیم ارندی، رسالہ منظوم گناہِ کبیرہ منسلکہ تقویۃ الایمان، مرکنٹائل پرنٹنگ پریس دہلی 1341ھ، صفحہ: 79

Abd al-Raḥīm Arandī, Risālah Manzūm Gunāh-e-Kabīrah Munsalikah Taqwiyyah tul-Īmān, Mercantile Printing Press Dehli 1341H, pg no: 79

19- تقویۃ الایمان، صفحہ: 94,95

Taqwiyyah al-Īmān, pg no: 94,95

20- ایضاً، صفحہ: 98

Ibid, pg no: 98

-21 ایضاً، صفحہ:102,103

Ibid, pg no: 102,103

-22 خوشتر نورانی، ڈاکٹر، حاشیہ بر تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ:555

Khawshtar Norānī, Dr, Ḥashiyah bar Tazkirah ‘Ulemā-e-Hindustan, pg no. 555

-23 ایضاً، صفحہ:55

Ibid, pg no: 55

-24 سیف الجبار، ورلڈ ویو پبلیکیشنز لاہور، صفحہ:100،101

, Sayf al-Jabbār, World View Publications Lahore, pg no: 100, 101

-25 بحوالہ مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، حضرت شاہ ابوالخیر اکادمی دہلی 1984، صفحہ:103

Ba Ḥawālā Zayd Maulana Ismail Dehlvi aur Taqvia tul Iman, Hazrat Shah Abu al Khair Academy Dehli 1984, pg: 103

-26 ایضاً، صفحہ:104

Ibid, pg no: 104

-27 ایضاً ، صفحہ:106

Ibid, pg no: 106

-28 نسیم احمد امروہوی، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان پر تبصرہ اور مناظرہ، جامع مسجد دہلی 1240ء کی صحیح روداد، دار الکتاب لاہور، (زیر طبع)، صفحہ:52

Naseem Ahmed Amrohvi, Maulana Ismail Dehlvi aur Taqvia tul Eman par tabsara awr Manazra, Jamay Masjid Dehli 1240 ki Sahih Roodad, Dar ul Kitab Lahore (Under Print) , pg:52

-29 مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، صفحہ:104

Maulana Ismail Dehlvi aur Taqvia tul Eman, pg: 104

-30 مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان پر تبصرہ اور مناظرہ، جامع مسجد دہلی 1240ء کی صحیح روداد، دار الکتاب لاہور، (زیر طبع) صفحہ:54

Maulana Ismail Dehlvi aur Taqvia tul Eman par tabsara awr Manazra, Jamay Masjid Dehli 1240 ki Sahih Roodad, Dar ul Kitab Lahore (Under Print), pg:54

-31 سیف الجبار، ورلڈ ویو پبلیکیشنز لاہور 2018، صفحہ:68

Saif ul Jabbar, World View Publications Lahore 2018, pg no: 68

32- مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، شاہ ابوالخیر اکادمی دہلی 1984، صفحہ: 9

Maulana Ismail Dehlvi aur Taqvia tul Eman, Hazrat Shah Abu al Khair Academy Dehli 1984, pg: 9

33- حیات شاہ محمد اسحٰق دہلوی، شاہ ابوالخیر اکادمی دہلی 1992، صفحہ: 43, 44

Hayat e Shah Muhammad Ishaq Dehvi, Hazrat Shah Abu al Khair Academy Dehli 1992, pg:43,44

34- مقدمہ تقویۃ الایمان، مکتبہ سلفیہ لاہور 1960، صفحہ: 18

Muqaddma Taqvia tul Iman, Maktaba Salfia Lahore 1960, pg no: 18

35- تقویۃ الایمان، مطبع احمدی کلکتہ، 1242ھ، صفحہ: 58

Taqwiyyah al-Īmān, Matba Ahmadi Calcutta 1242H, pg no: 85

36- ایضاً، صفحہ: 52

Ibid, pg no: 52

37- اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور طبع دوم 2010، صفحہ: 130

Urdu Nasr k Irtaqa men Ulama ka Hissa, Idara Saqafat e Islamia Lahore, Tab e Daum 2012, pg:130

38- خواجہ احمد فاروقی، اردو میں وہابی ادب، شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی دہلی، 1969ء، صفحہ: 37

Khawaja Aḥmad Farūqī, Urdū main Wahabī Adab, Shu'bah Urdu Dehli University, Dehli, 1969AD, pg no:37

39- ایضاً، صفحہ: 37،38

Ibid, pg: 37, 38